بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمجات بابت پارۂ سوم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۶۷

تفسیر قمی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب بنی اسرائیل نے اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی اور نافرمانی زیادہ کی تو خدائے تعالےٰ نے ارادہ فرمایا کہ اُن پر ایسے شخص کو مسلط کرے جو اُن کو ذلیل بھی کرے اور قتل بھی کرے۔ پس حضرت ارمیا علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اے ارمیا! یہ شہر کتنا بڑا ہے کہ جس کو میں نے اپنے شہروں سے منتخب کیا پھر اُس میں اچھے سے اچھا پودا لگایا اور وہ ایسا بُرا نکلا کہ اُس سے خرنوب پیدا ہوا۔" حضرت ارمیا علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے نیک لوگوں کو اس امر سے اطلاع دی تو انہوں نے عرض کی کہ آپ بارگاہِ الٰہی میں پھر عرض کیجئے کہ ہم کو اس مثل کے معنی بتلائے۔ پس حضرت ارمیا علیہ السلام نے سات دن روزے رکھے (پھر عرض معروض کی) تو وحیِ الٰہی ہوئی کہ اے ارمیا! شہر سے مراد بیت المقدس ہے اور جو کچھ میں نے اس میں بویا ہے وہ بنی اسرائیل ہیں جن کو میں نے اُس شہر میں آباد کیا مگر وہ نافرمانی کو کام میں لائے۔ میرے قواعد کو اُنہوں نے بدل دیا۔ اور میری نعمت کا احسان ماننے کے بدلے کفر کیا پس میں نے اپنی ذاتِ مقدس کی قسم کھائی کہ میں سخت آزمائش سے اُن کو آزماؤں گا کہ بڑے بڑے دانا بھی اس میں حیران رہ جائیں اور اپنے بندوں میں سے ایسے شخص کو جس کی ولادت بھی بہت ہی بُرے طریقہ سے ہوئی ہو اور جس کا کھانا بھی بہت ہی بُرا اور ذلیل کھانا ہو اُن پر مسلط کر دوں گا اور وہ جبرًا اور قہرًا ان کے اُوپر غلبہ حاصل کرے گا پھر جو اُن میں سے لڑنے کے قابل ہوں گے اُن کو قتل کرے گا اور اُن کی عورتوں کو قید کرے گا اور اپنے جس بیت المقدس پر وہ نازاں ہیں اُس کو وہ برباد کر دے گا۔ اور جس پتھر کی وجہ سے وہ تمام بنی نوع انسان پر اپنا فخر جتلاتے ہیں اُس کو وہ گھوڑے پر ڈال دیگا اور سو برس وہ وہیں پڑا رہیگا۔" ارمیا علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے نیک لوگوں کو یہ خبر پہنچائی تو اُنہوں نے عرض کی کہ آپ پھر اپنے پروردگار کے حضور میں رجوع کریں اور یہ عرض کریں کہ جو لوگ فقیر و مسکین و ضعیف ہیں اُن کا کیا قصور ہے (یہ تو گیہوں کے ساتھ گھُن بھی پیسا جاتا ہے) حضرت ارمیاؑ نے پھر روزہ رکھا اس کے بعد شام کو کھانا کھایا تو کوئی وحی نہ ہوئی۔ پھر سات دن روزے رکھے (اور عرض معروض کی) تو اللہ تعالےٰ نے وحی فرمائی کہ تم اس معاملہ میں سکوت اختیار کرو ورنہ میں تمہارے چہرے کو پشت کی طرف پھیر دوں گا۔ پھر وحی کی گئی کہ تم ان (مساکین وفقرا) سے کہدو کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے بدی کو دیکھا اور اُس سے روکا نہیں۔ ارمیاؑ نے

عرض کی کہ اے میرے پروردگار! مجھے یہ تو جتلا دے کہ وہ شخص کون ہے؟ تاکہ میں اُس کے پاس جاؤں اور اپنی ذات کے لئے اور اپنے اہلبیت کے لئے اُس سے امان لے لوں۔ فرمایا کہ فلاں فلاں موقع پر جاؤ وہاں تم ایک لڑکے کو دیکھو گے کہ پرانی سے پرانی سخت بیماری اُس کو عارض ہے اور ولادت کی رُو سے بھی وہ بہت ہی خبیث ہوگا اور جسم میں سب سے زیادہ کمزور اور غذا بھی اس کی سب سے بدتر ہوگی پس وہی شخص ہے۔" حضرت ارمیاؑ اس شہر میں پہنچے تو یکایک ایک لڑکے کو ایک پُرانی سرائے کے بیچوں بیچ ایک مزبلے پر سخت پُرانی بیماری کی حالت میں پڑے ہوئے دیکھا اور یکایک اس کی پالنے والی کو بھی دیکھا کہ ایک پیالے کے ٹھیکرے میں کچھ ٹکڑے ٹیڑے اُس نے ڈال رکھے ہیں اور اُن کے اوپر مادۂ سور کا دُودھ دوہ رہی ہے اس کے بعد اُسے وہ اُس لڑکے کے قریب لاتی ہے اور وہ اُسے کھالیتا ہے" حضرت ارمیا علیہ السلام نے خیال کیا کہ جس شخص کی حالت خداتعالےٰ نے بیان کی تھی ہو نہو دنیا میں تو یہی ہو سکتا ہے چنانچہ اُس کے قریب آئے اور اُس سے دریافت کیا کہ تیرا نام کیا ہے؟ اُس نے عرض کی کہ بخت نصّرؔ! (نام سُنکر) پہچان لیا کہ یہ وہی ہے۔ پھر اُس کا علاج کیا یہانتک کہ وہ اچھا ہوگیا۔ پھر اُس سے فرمایا کہ تو مجھے پہچانتا ہے؟ اُس نے کہا کہ جانتا تو نہیں لیکن یہ ظاہر ہے کہ آپ بڑے نیک شخص ہیں۔ فرمایا کہ میں بنی اسرائیل میں سے ایک نبی ہوں اور ارمیاؑ میرا نام ہے اللہ تعالےٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ عنقریب وہ تجھ کو بنی اسرائیل پر مسلّط فرمائے گا سو تو اُن کے مردوں کو قتل کرے گا اور جو کچھ بھی تجھے کرنا ہے اُن کے ساتھ سبھی کچھ کر گزرے گا۔ امامؑ فرماتے ہیں کہ اس وقت وہ لڑکا یہ باتیں سُنکر اپنے دل میں حیران رہ گیا۔ پھر حضرت ارمیاؑ نے فرمایا کہ تو اپنی طرف سے ایک نوشتہ میرے لئے امان کا لکھدے چنانچہ اُس نے ایک نوشتہ لکھدیا اور اب راتوں کو یہ لڑکا پہاڑوں میں جاتا اور وہاں سے لکڑیاں کاٹ کاٹ کر لاتا اور شہر میں لاکر ان کو بیچا کرتا آخر یہ نوبت پہنچی کہ لوگوں کو بنی اسرائیل سے لڑنے کے لئے بُلانے لگا۔ بنی اسرائیل کا صدر مقام اس وقت بیت المقدس تھا لوگ کثرت سے اِس کے بُلانے پر جمع ہوگئے اور بخت نصر اُن سب کو لیکر بیت المقدس کی طرف بڑھا جب حضرت ارمیاؑ کو اُس کے بیت المقدس کی طرف آنے کی خبر ہوئی تو وہ ایک گدھے پر سوار ہوکر اُس کے استقبال کے چلے اور بخت نصر نے جو امان نامہ اِن کو لکھ کر دیدیا تھا وہ ان کے پاس تھا مگر اُس کے لشکر اور مصاحبوں کی کثرت کے سبب حضرت ارمیاؑ اُس تک نہ پہنچ سکے اس لئے انہوں نے وہ امان نامہ ایک لکڑی پر باندھکر اُسے بلند کیا بخت نصر نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ فرمایا میں وہی ارمیاؑ نبی ہوں جس نے تجھے اِس بات کی بشارت دی تھی کہ تو عنقریب بنی اسرائیل پر مسلط ہوجائے گا اور یہ تیرا امان نامہ ہے جو تو نے میرے لئے دیا تھا اُس نے کہا کہ بہت اچھا آپ کو تو میں نے امان بخشی! اب رہے آپ کے اہلبیت! تو میں اسی جگہ سے بیت المقدس کی طرف ایک تیر پھینکتا ہوں اگر میرا وہ تیر بیت المقدس تک پہنچ گیا تو میں اُن کو امان نہ دونگا اور اگر نہ پہنچا تو وہ سب مامون ہونگے۔ یہ کہتے ہی اُس نے کمان کھینچی اور بیت المقدس کی طرف ایک تیر سر کیا ہوا نے

اُس کا تیر بیت المقدس تک پہنچا دیا کہ وہ اُس کے پردہ میں جا لٹکا۔ بخت نصر نے کہا کہ اب میں اُن کو امان نہیں دے سکتا۔ ساتھ ہی اُس کی نظر مٹی کے ایک ٹیلے پر پڑی جو شہر کے بیچوں بیچ تھا۔ دیکھتا کیا ہے کہ اُس کے بیچوں بیچ سے خون جوش مار مار کر نکل رہا ہے اور جتنی مٹی اُس پر ڈالی جاتی ہے خون اور زیادہ ابلتا ہے بخت نصر نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے لوگوں نے کہا کہ یہ اللہ کا ایک نبی تھا جس کو بنی اسرائیل کے بادشاہوں نے قتل کر دیا۔ اُس کا خون اُبلتا ہے اور جتنا بھی ہم اس کے اُوپر مٹی ڈالتے ہیں وہ اَور زیادہ جوش کھا کر نکلتا ہے۔ بخت نصر نے کہا تو میں بھی بنی اسرائیل کو اُس وقت تک قتل کئے ہی جاؤں گا جب تک یہ خون نہ تھمے اور وہ خون حضرت یحییٰ ابن حضرت زکریا علیہما السلام کا تھا۔ ان حضرتؑ کے زمانہ میں ایک بڑا ظالم بادشاہ تھا جو بنی اسرائیل کی عورتوں سے زنا کیا کرتا تھا اور کبھی کبھی حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پاس سے بھی گزرا کرتا تھا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام اُس سے فرمایا کرتے تھے کہ اے بادشاہ یہ فعل تیرے لئے جائز نہیں ہے اس سے پرہیز کر۔ ایک موقعہ پر ان عورتوں میں سے جن سے وہ زنا کرتا تھا ایک عورت نے نشہ کی حالت میں اُس سے کہدیا کہ اے بادشاہ یحییٰ کو قتل کر دے چنانچہ اُس نے حکم دے دیا کہ یحییٰ علیہ السلام کا سر اُس کے سامنے لایا جائے سو یحییٰ علیہ السلام کا سر ایک طشت میں رکھ کر اُس کے سامنے لایا گیا۔ سامنے آتے ہی وہ سر اُس سے باتیں کرنے لگا اور یہ کہنے لگا کہ اے شخص اللہ سے ڈر یہ فعل تیرے لئے جائز نہیں ہے۔ پھر خون اُس طشت سے اُبلا یہاں تک کہ زمین پر پہنچا۔ پھر زمین سے اُبلا اور اُس وقت سے اب تک اُبلے جاتا ہے۔ ٹھہرتا ہی نہیں۔ حالانکہ یحییٰ علیہ السلام کے قتل اور بخت نصر کے خروج کے مابین سو برس کا زمانہ گزر چکا تھا۔ اب بخت نصر اُن کے قتل پر تُل پڑا گاؤں گاؤں میں جاتا تھا اور مردوں، عورتوں، بچوں اور اُن کے جانوروں تک کو قتل کرتا تھا لیکن وہ خون کسی طرح نہیں ٹھہرتا تھا یہاں تک کہ جتنے بھی اس ملک میں تھے اُس نے سب فنا کر دئے۔ پھر اُس نے دریافت کیا کہ آیا اس ملک میں اب کوئی باقی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں فلاں موضع میں ایک بڑھیا باقی ہے کسی کو بھیجا اور اُس نے جا کر خود اُس خون کے اُوپر بڑھیا کی گردن کاٹ کر ڈالدی اُس وقت خون ٹھہرا۔ یہ بڑھیا باقی رہنے والوں میں سب سے زیادہ آفت تھی اس کے بعد بخت نصر ارض بابل میں آیا اور یہاں آکر اُس نے ایک شہر بنایا اُسی میں اقامت اختیار کی اور ایک کنوأں کھدوایا جس میں حضرت دانیال علیہ السلام کو ڈلوا دیا اور اُن کے ساتھ ایک شیرنی بھی اُسی میں ڈلوا دی یہ شیرنی تو کنوئیں کی مٹی کھاتی تھی اور حضرت دانیال اُس کا دُودھ پیتے تھے اسی طرح ایک مدت گزر گئی پھر اللہ تعالیٰ نے اُس نبی کو جو اُس وقت بیت المقدس میں تھے یہ وحی فرمائی کہ تم یہ کھانا اور پانی لے کر دانیالؑ کے پاس جاؤ اور اُن کو ہمارا سلام پہنچا دو۔ اُنہوں نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار وہ ہیں کہاں؟ ارشاد ہوا کہ فلاں فلاں موقع پر چاہ بابل میں ہیں۔ الغرض جاتے ہیں کہ وہ نبی چاہ بابل پر آئے اَور کنوئیں میں جھک کر آواز دی کہ اے دانیالؑ! حضرت دانیالؑ

نے جواب دیا لبیک! یہ آواز تو عجیب ہے۔ نبیؑ نے کہا کہ آپ کا پروردگار آپ کو سلام کہتا ہے اور آپ کے لئے کھانا اور پانی بھیجا ہے پھر قندیل کی طرح لٹکا کر وہ چیزیں انہیں پہنچائیں اُس وقت حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَا يَنْسٰى مَنْ ذَكَرَهٗ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَا يُخَيِّبُ مَنْ دَعَاهُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ مَنْ تَوَكَّلَ عَلَيْهِ كَفَاهُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ مَنْ وَثِقَ بِهٖ لَمْ يَكِلْهُ اِلٰى غَيْرِهٖ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ يَجْزِيْ بِالْاِحْسَانِ اِحْسَانًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ يَجْزِيْ بِالصَّبْرِ نَجَاةً اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ يَكْشِفُ ضُرَّنَا عِنْدَ كُرْبَتِنَا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هُوَ ثِقَتُنَا حِيْنَ يَنْقَطِعُ الْحِيَلُ مِنَّا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هُوَ رَجَاؤُنَا حِيْنَ سَاءَ ظَنُّنَا بِاَعْمَالِنَا (ترجمہ) سب تعریف اُس خدا کے لئے زیبا ہے جو اپنے یاد کرنے والے کو ترک نہیں فرماتا۔ سب تعریف اُس خدا کے لئے زیبا ہے جو اپنے دعا مانگنے والے کو نا اُمید نہیں فرماتا۔ سب تعریف اُس اللہ کے لئے زیبا ہے جو اُس شخص کے لئے کفایت فرماتا ہے جو اُس پر بھروسہ کرے۔ سب تعریف اُس اللہ کے لئے زیبا ہے جو اپنے اوپر پختہ بھروسہ کرنے والے کو کسی غیر کے سپرد نہیں فرماتا۔ سب تعریف اُس اللہ کے لئے زیبا ہے جو نیکی کا بدلہ نیک ہی دیتا ہے۔ سب تعریف اُس اللہ کے لئے زیبا ہے جو صبر کے لئے نجات دیتا ہے۔ سب تعریف اُس اللہ کے لئے زیبا ہے جو ہماری تکلیف کے وقت ہماری مصیبت کو رفع کر دیتا ہے اور سب تعریف اُسی خدا کے لئے زیبا ہے جو ہماری تدبیریں قطع ہونے کے وقت ہمارا سہارا ہوتا ہے اور سب تعریف اُسی اللہ کے لئے زیبا ہے جو اُس وقت ہمارا اُمیدگاہ ہوتا ہے جبکہ ہم اپنی بداعمالی کے سبب بدگمان ہوتے ہیں۔"

امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اُسی موقع پر خدائے تعالیٰ نے بخت نصر کو سوتے میں ایک خواب دکھلایا کہ اُس کا سر لوہے کا ہو گیا ہے اور اُس کے دونوں پاؤں تانبے کے اور اُس کا سینہ سونے کا حضرتؑ فرماتے ہیں کہ اس نے منجموں کو بلایا اور اُن سے پوچھا کہ بتاؤ میں نے کیا خواب دیکھا؟ وہ بولے کہ ہم کیا جانیں حضور نے کیا دیکھا؟ ہاں جو کچھ حضور نے دیکھا ہو ارشاد فرمائیے (تو ہم کچھ تعبیر دے سکیں) بادشاہ نے (غصہ ہو کر) کہا کہ میں تمہیں اتنی مدت سے تنخواہیں یوں ہی دے رہا ہوں اور تم اتنا بھی نہیں جانتے کہ میں نے خواب میں کیا دیکھا ہے۔ اُسی وقت حکم دیا گیا اور وہ سب قتل کئے گئے۔ حضرتؑ فرماتے ہیں اُس وقت کسی مصاحب نے یہ عرض کی اس خواب کو اگر کوئی بتا سکتا ہے تو وہ بتا سکتا ہے جو کنوئیں میں قید ہے اس لئے کہ یہ معجزہ تو اُس کا ظاہر ہے کہ آج تک شیرنی نے اُس سے کوئی تعرض نہیں کیا بلکہ خود مٹی کھاتی ہے اور اُسے دودھ پلاتی ہے۔ بادشاہ نے فوراً کسی کو بھیجکر حضرت دانیالؑ کو نکلوایا۔ اُن سے دریافت کیا کہ بتلائیے میں نے خواب میں کیا دیکھا ہے؟ فرمایا اے بادشاہ تو نے خواب میں یہ دیکھا ہے۔ کہ تیرا سر فلاں چیز کا ہو گیا ہے اور پاؤں تیرے فلاں چیز کے ہو گئے ہیں اور سینہ تیرا فلاں چیز کا ہو گیا ہے۔ اُس نے کہا ہاں ٹھیک ہے۔ میں نے یہی دیکھا ہے۔ اب بتلائیے اس کی تعبیر کیا ہے؟ فرمایا تیری سلطنت ختم ہو گئی تو تین دن میں قتل کر دیا جائے گا اور تجھ کو فارس کا ایک شخص

قتل کرے گا۔" اُس نے کہا میرے گرد اگرد سات شہر ہیں اور ہر شہر کے دروازے پر نگہبان ہیں اور میں اتنے پر بھی مطمئن نہیں ہوا بلکہ ہر شہر کے دروازے پر تانبے کی ایک بطخ بنا کر رکھ دی ہے کہ جب کوئی پردیسی اس دروازے میں گھستا ہے تو وہ چیختی ہے اور جب تک وہ پکڑ نہ لیا جائے وہ چیختی رہتی ہے۔ امامؑ فرماتے ہیں کہ حضرت دانیال علیہ السلام نے کہا کہ ہونا تو وہی ہے جو کچھ میں کہہ چکا اسی وقت بخت نصر نے بہت سے سوار فصیل کے گرد اگرد پھیلا دئے اور یہ حکم دے دیا کہ جو تمہیں ملے اُسے قتل کر دو وہ کوئی کیوں نہ ہو اور دانیال علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ تم اِن تین دن کہیں نہ جاؤ میرے ہی پاس بیٹھے رہو اگر یہ تین دن (خیر سے) گزر گئے تو تمہیں قتل کر دوں گا۔ چنانچہ جب تیسرے دن شام ہونے کو ہوئی تو بخت نصر کے دل پر ایک غم طاری ہو گیا۔ وہ مکان سے باہر نکلا اور اُسے ایک لڑکا ملا جو اہلِ فارس میں سے تھا اور اس کے بیٹے کی خدمتگاری کرتا تھا۔ مگر بادشاہ کو یہ خبر نہ تھی کہ وہ اہلِ فارس سے ہے۔ بادشاہ نے اپنی تلوار اُسے دی اور یہ کہا کہ اے لڑکے آج مخلوق خدا میں سے جو بھی تجھے ملے اُسے قتل کر دیجیو۔ اور اگر میں بھی تجھے مل جاؤں تو مجھے بھی قتل کر دیجیو۔ لڑکے نے تلوار لے لی اور فوراً بخت نصر کے ایک ضربت لگائی اور وہیں اُسے قتل کر دیا۔ اُس وقت حضرت ارمیا علیہ السلام اپنے گدھے پر سوار ہوئے۔ اُن کے پاس کچھ انجیر بطور ناشتے کے تھے۔ اور کچھ شیرہ۔ اُس وقت اُنہوں نے خشکی کے درندوں کو بھی دیکھا اور تری کے درندوں کو اور ہوا کے درندوں کو دیکھا کہ مُردار جسموں کو نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں اُسی وقت ایک ساعت غور و فکر کی اور پھر اپنے دل میں یہ کہا کہ اللہ اِس کو دوبارہ کیونکر پیدا کریگا حالانکہ مختلف درندے اسے کھا گئے ہیں خدائے تعالیٰ نے فوراً اُسی جگہ اُن کو موت دے دی۔ اسی کا ذکر خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔" اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ " (دیکھو صفحہ ۶۷ سطر ۶)

ثُمَّ بَعَثَهٗ کے یہ معنی ہیں کہ اُن کو پھر زندہ کیا۔ پھر جب خدائے تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر رحم کیا اور بخت نصر کو ہلاک کر دیا تو مقتولین بنی اسرائیل کو پھر زندہ کر کے دنیا میں بھیجا اور بخت نصر کو جس وقت اللہ نے بنی اسرائیل پر مسلط کیا تھا اُس وقت حضرت عزیرؑ بھاگ کر ایک چشمہ میں چلے گئے تھے اور غائب ہو گئے تھے اور حضرت ارمیا اس طرح سو برس تک مرے پڑے رہے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کو زندہ کیا تو سب سے پہلے اُن کی آنکھوں میں جان ڈالی۔ پتلیوں میں جان اسی طرح آئی جس طرح انڈے کی زردی میں ہوتی ہے۔ پھر بذریعہ وحی اُن سے دریافت کیا کَمْ لَبِثْتَ۔ انہوں نے عرض کی لَبِثْتُ يَوْمًا پھر سورج کی طرف نظر ڈالی اور دیکھا کہ اونچا ہو گیا ہے۔ تو عرض کی اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ۔ اس وقت خدائے تعالیٰ نے فرمایا بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ۗ

(دیکھو صفحہ ۶۷ سطر ۱) اب لگے وہ گلی ہوئی چورا چورا ہڈیوں کی طرف دیکھنے کہ وہ کیونکر جمع ہوتی جاتی ہیں اور وہ گوشت جسے درندے کھا گئے تھے کیونکر ہڈیوں پر چمٹتا جاتا ہے یہانتک کہ وہ خود بھی کھڑے ہو گئے اور گدھا بھی کھڑا ہو گیا۔ آخر بول اُٹھے اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (دیکھو صفحہ ۶۸ سطر ۷)

تفسیر مجمع البیان میں جناب امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام پچاس برس کی عمر میں اپنے اہل وعیال سے جدا ہو کر کہیں تشریف لے چلے۔ زوجہ اُن کی حاملہ تھیں راستہ میں اُن پر ایسا ہی واقعہ گزرا جیسا اوپر کی آیتوں میں بیان ہو چکا ہے یعنی خداتعالےٰ نے اُن کو سَو برس کے لئے موت دی۔ اِس کے بعد از سرِ نو زندہ کیا تو وہ اپنے بال بچوں میں اس طرح پلٹ کر آئے کہ پچاس ہی برس کے تھے اور بیٹا اُن کا سَو برس کا تھا۔ اس طرح اُن کا بیٹا اُن سے سن میں بڑا تھا۔ یہ خداتعالےٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھی۔

تفسیر عیاشی میں ہے کہ ابن الکوا نے جناب امیر المومنین علیہ السلام سے عرض کی کہ یا امیر المومنین اہل دنیا میں کوئی بیٹا ایسا بھی ہوا ہے جو اپنے باپ سے سن میں بڑا ہو؟ فرمایا ہاں وہ حضرت عزیر علیہ السلام کا بیٹا تھا جبکہ اُن کا گزر ایک اُجڑی ہوئی بستی پر سے ہوا تھا۔ اور اسی موقعہ پر بیٹا بھی ایک عورت سے پیدا ہوا تھا۔ یہ اُس وقت گدھے پر سوار تھے ان کے پاس ایک ٹوکری تھی جس میں انجیر تھے اور ایک کوزہ تھا جس میں کچھ شیرہ بھرا ہوا تھا۔ اُس اُجڑی ہوئی بستی پر سے گزرے تو فرمایا اَنّٰى يُحْيِي هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ چنانچہ سَو برس کے لئے خدا نے خود انہیں موت دی یہاں اُن کا بیٹا بڑا ہوا اور اُس سے اولاد پیدا ہوئی بلکہ اولاد در اولاد پھر خدا نے اُن کو زندہ کیا تو وہ پلٹ کر اپنے گھر آئے تو یہ وہ بیٹا تھا جو اپنے باپ سے سن میں بڑا تھا اور روایت میں یہ بھی وارد ہے کہ جب وہ اپنے لوگوں کے پاس اپنے اُسی گدھے پر سوار ہوئے آئے اور یہ کہا کہ میں عزیر ہوں تو انہوں نے اُن کی تکذیب کی۔ تب اُنھوں نے ساری توریت حفظ سنائی اور توریت کو حضرت عزیر کے سوا اور کسی نے حفظ کیا ہی نہیں تھا۔ اسی سے لوگوں نے انہیں پہچان لیا اور بہت سے کہنے لگے کہ یہ ابن اللہ ہیں اور ایک قول کے بموجب جب وہ اپنے گھر پلٹ کر آئے تو یہ خود تو جوان تھے اور ان کے بیٹے پوتے بوڑھے۔ جب اُن سے کوئی بات کہتے تو وہ کہتے کہ یہ تو سَو برس کی بات ہے۔

قول صاحبِ تفسیر صافی۔ ظاہرا ان روایتوں میں اختلاف معلوم ہوتا ہے کہ ایک جگہ حضرت ارمیا علیہ السلام کے لئے یہی قصہ لکھا ہے اور دوسری جگہ حضرت عزیر علیہ السلام کے لئے اور ایک جگہ حضرت عزیر کے غائب ہونے کا حال لکھا ہے اور دوسری جگہ موت کا۔ مگر یہ اختلاف اس طرح رفع ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت ارمیا علیہ السلام کے لئے بھی ایسا واقعہ ہوا ہو اور حضرت عزیر علیہ السلام کے لئے بھی۔ نیز کسی نے حضرت عزیر علیہ السلام کا غائب ہونا خیال کیا ہو۔ اور اسی طرح

روایت کردی ہو اور بعد میں اُنہوں نے آکر اپنی موت کا اظہار کیا ہو۔ ایک یہ امر بھی خیال کے قابل ہے کہ تفسیر قمی میں بخت نصر کا بنی اسرائیل کو حضرت یحییٰ ابن زکریا کے خون پر قتل کرنا بیان کیا گیا ہے اور بعض روایتوں اور کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ یحییٰ علیہ السلام کی ولادت بخت نصر کے واقعہ کے بعد ہوئی ہے۔ تو یہ تعجب بھی اس طرح رفع ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ کوئی یحییٰ ابنِ زکریا پہلے بھی گزرے ہوں وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰہِ۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱۲ متعلق صفحہ ۲،

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے الاختصاص میں اپنی اسناد سے روایت کی ہے۔ کہ جناب رسولِ خدا نے سوال کیا کہ یا علیؑ تم نے آج کی رات میں کوئی عمل کیا ہے؟ اُنہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ حضرت یہ سوال کیوں فرماتے ہیں فرمایا تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ نے چار معنی نازل فرمائے ہیں عرض کی یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں میرے پاس چار درہم تھے۔ میں نے اُن میں سے ایک درہم رات کو خیرات کیا اور ایک دن میں اور ایک درہم چھپا کر دیا اور ایک ظاہر بظاہر۔ فرمایا اسی سبب سے خدائے تعالیٰ نے تمہارے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۰ (دیکھو صفحہ ۲، سطر ۷)

قولِ مترجم۔ ہمارے علماء میں سے صاحبِ تفسیر عیاشی و صاحبِ تفسیر مجمع البیان و علامہ ابن بابویہ القمی علیہ الرحمہ نے اپنی اپنی کتابوں میں یہی مضمون نقل کیا ہے تو ہم اثنا عشریوں کے تو چار عالموں نے نقل کیا ہے اور چار یاریوں کے بارہ راوی ہیں ازاں جملہ اول ابو المؤید موفق ابن احمد دوسرے امام ثعلبی جنہوں نے ایک روایت ضحاک سے لی ہے اور دوسری مجاہد سے تو یہ کل تین ہوئے چوتھے ابراہیم ابن محمد الحموینی پانچویں صاحب فصول المہمہ مالکی۔ اُنہوں نے واحدی مفسر سے نقل کی ہے پھر چار روایتیں حافظ ابو نعیم اصفہانی کی ہیں پہلی عبد الوہاب ابن مجاہد سے دوسری سلمہ سے تیسری یحییٰ ابن الیمان سے چوتھی احمد ابنِ علی سے یہاں تک نو ہوئے۔ دسویں ابن مغازلی شافعی جنہوں نے حضرت عبد اللہ ابنِ عباس سے روایت کی ہے۔ گیارہویں علامہ ابن شہر آشوب جنہوں نے عبد اللہ ابن عباس سدی۔ مجاہد۔ کلبی۔ ابو صالح۔ واحدی۔ طوسی۔ ثعلبی۔ طبری۔ ماوردی۔ قشیری۔ ثمالی۔ نقاش۔ قتال عبد اللہ ابن الحسین۔ علی ابن حرب طائی مفسرین سے روایت ہے کہ ان سب نے اپنی اپنی تفسیروں میں یہ مضمون لکھا ہے کہ جناب علی ابن ابی طالبؑ کے پاس چار درہم چاندی کے تھے۔ بس ایک آں حضرت نے رات میں خیرات کیا اور ایک دن میں اور ایک پوشیدہ خیرات کیا اور ایک ظاہر بظاہر پس اللہ تعالیٰ نے آیۂ الذین الخ مذکورۂ بالا نازل فرمایا اور ایک ایک درہم کو مال کے نام سے نامزد کیا اور آنحضرتؐ کو

اس خیرات کے قبول کرنے کی بشارت دی۔ علامہ نطنزی نے اپنی کتاب خصائص میں اس کا ذکر کیا ہے بارھویں علامہ ابن ابی الحدید معتزلی ہیں جو علمائے عامہ میں فرقۂ معتزلہ کے بہت بڑے عالم ہیں۔ انہوں نے نہج البلاغہ کی شرح لکھی ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے استاد ابو جعفر اسکافی نے جاحظ کی رد میں فرمایا کہ تم خود دیکھتے ہو کہ اللہ تعالے نے آیۂ نجوے نازل فرمائی اور یہ ارشاد فرمایا یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ لَّكُمْ الخ (دیکھو صفحہ ۶۰ سطر ۲) تو اس پر سوائے علیؑ ابن ابیطالبؑ کے اور کسی نے بھی عمل نہیں کیا حالانکہ تم خود اقرار کرتے ہو کہ علیؑ ابن ابیطالبؑ فقیر تھے اور ان کا ہاتھ خالی تھا۔ اور ابوبکر کے پاس وسعت مال کی وہ حالت تھی جس کا پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں مگر پھر بھی وہ صدقہ دینے کے خوف سے راز میں باتیں کرنے سے باز رہا۔ پھر اسی کے بارے میں اللہ تعالے نے مسلمانوں پر عتاب فرمایا اور یوں ارشاد کیا ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ الخ (دیکھو صفحہ ۶۰ سطر ۵) ان آخری لفظوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خدائے تعالے نے ان کے صدقہ دینے سے باز رہنے کو گناہ قرار دیا پھر ہم کیسے اس بات کو تسلیم کر لیں کہ ابوبکر نے کسی وقت میں بقول تمہارے چالیس ہزار درہم راہ خدا میں خرچ کئے ہوں گے۔ جبکہ جناب رسولؐ خدا سے بصیغۂ راز بات کرنے میں ایک دو درہم کے خرچ کرنے کے لئے بھی اپنے نفس کو راضی نہ کر سکا۔ رہے علی علیہ السلام ان کے بارے میں خدا فرماتا ہے۔ کہ انہوں نے باوجود خواہش طعام ہونے کے اپنا کھانا مسکین و یتیم و اسیر کو کھلا دیا۔ (اور ایسا ہی عمل ان کی زوجہ ان کے دو بیٹوں اور ان کی لونڈی فضہ نے بھی کیا) جس کے سبب سے خدائے تعالے نے خود ان کی شان میں۔ ان کی زوجۂ محترمہ کی شان میں اور ان کے دونوں بیٹوں کی شان میں قرآن مجید کی ایک پوری سورت نازل فرمائی اور وہی ایسے ہیں کہ جن کے پاس کل چار درہم تھے تو ان میں سے ایک درہم پوشیدہ خیرات کیا اور ایک علانیہ پھر ایک دن میں خیرات کیا اور ایک رات میں جس کے سبب سے اللہ تعالے نے ان کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ الخ (دیکھو صفحہ ۷۲ سطر ۷) اور وہی ہیں کہ جنہوں نے راز میں بات کرنے سے پہلے صدقہ پر صدقہ دیا جس حال میں کہ کل مسلمانوں نے اس حکم کی تعمیل سے روگردانی کی اور وہی ہیں کہ جنہوں نے رکوع کی حالت میں اپنی انگوٹھی خیرات میں دی جس کے سبب سے خدائے تعالے نے ان کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ (دیکھو صفحہ ۱۰۵ سطر ۵)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۶۷

احتجاج طبرسی میں جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے بروایت اپنے آبائے کرام کے خود جناب امیر المؤمنین علیہ السلام

سے ایک حدیث منقول ہے جس میں جناب رسولِ خدا کے مناقب بیان کئے گئے ہیں از آنجملہ یہ ذکر بھی ہے کہ آنحضرتؐ کو شبِ معراج مسجد الحرام سے مسجد الاقصےٰ تک لے جایا گیا جو ایک مہینہ بھر میں طے ہونے کا فاصلہ ہے اور پھر وہاں سے آسمانی سلطنتوں کی سیر کرائی گئی جو پچاس ہزار برس میں طے ہونے کا فاصلہ ہے۔ مگر ایک تہائی رات سے کم میں آنحضرتؐ وہاں پہنچائے گئے یہاں تک کہ ساقِ عرش کے قریب پہنچے اور جھوٹے سے رفرفِ سبز آپ کے قریب آگیا۔ اور نور نے بصارت پر احاطہ کرلیا۔ اُس وقت اپنے پروردگار کی عظمت کو آپ کی آنکھوں نے دیکھا اور ظاہری آنکھوں سے کچھ نہ دیکھا اور قرب کی یہ نوبت پہنچی جسے خود باریتعالےٰ ارشاد فرماتا ہے فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی اور اس وقت جو ارشادات ہوئے اُن کی نسبت فرماتا ہے فَاَوْحٰیٓ اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی پس اُس وقت آنحضرتؐ کی طرف خدائے تعالےٰ نے جو وحی فرمائی تھی اُس میں سورہ بقرہ کی یہ آیتیں بھی داخل تھیں جو ترتیبِ موجودہ میں اُس سورہ کا رکوع آخر ہے چنانچہ ارشاد فرماتا ہے لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ ط فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (دیکھو صفحہ ۷ سطر ۴) یہ آیت آدم علیہ السلام سے لیکر اُس وقت تک کہ آنحضرتؐ مبعوث ہوئے ہر ہر نبی پر اور اُن کی اُمتوں پر پیش کی گئی تھی اور اُن سب نے اِس حکم کی سنگینی کے باعث اس کے قبول سے انکار کیا تھا الّا جنابِ رسولِ خدا نے اسے خود بھی قبول کرلیا اور جب اپنی اُمت پر اُسے پیش کیا تو اُمت نے بھی اُسے قبول کرلیا۔ جب خدائے تعالےٰ نے یہ دیکھا کہ باوجود برداشت کی طاقت کم ہونے کے اُنہوں نے اسے قبول کرلیا ہے اور خود آنحضرتؐ ساقِ عرش تک پہنچے تو یہ کلام آنحضرتؐ پر دوبارہ بذریعہ وحی کے نازل فرمایا تاکہ اُس عالم میں بھی اچھی طرح سمجھ لیں۔ پس جب آنحضرتؐ نے وہاں بھی قبول فرمالیا تو منجانب جناب باری عزّ اسمہٗ ارشاد ہوا اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ اُس وقت آنحضرتؐ نے خود اپنی طرف سے اور اپنی اُمت کی طرف سے جواباً عرض کیا۔ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ط کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ قف لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ قف خدائے تعالےٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ اُنکے اِس قبول کرنے پر اُن کے لئے مغفرت و جنت قرار دی گئی۔ آنحضرتؐ نے عرض کی چونکہ تو نے یہ عنایت فرمائی غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ ہ مفسر کے یہ معنی ہیں کہ آخرت میں بھی تیری ہی حضور میں بازگشت ہوگی خدائے تعالےٰ کی طرف سے جواب آیا کہ ہم نے تمہارے لئے بھی منظور کیا اور تمہاری اُمت کے لئے بھی۔ پھر ارشاد ہوا کہ چونکہ تم نے آیتِ اوّل کو باوجود اس کی سختی اور عظمت کے قبول کرلیا حالانکہ ہم پہلی اُمتوں پر اس کو پیش کرچکے تھے اور اُنہوں نے اُس کے قبول کرنے سے انکار کیا تھا۔ اور تمہاری اُمت نے بھی قبول کرلیا۔ لہٰذا ہم پر حق ہے کہ ہم تمہاری اُمت کے لئے اس حکم میں تخفیف کردیں چنانچہ حکمِ تخفیف یوں ارشاد ہوا۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا ط لَہَا مَا کَسَبَتْ ہ

یعنی نیکیوں میں سے وَعَلَیۡھَا مَا اکۡتَسَبَتۡ ؕ یعنی بدیوں میں سے۔ پس آنحضرتؐ نے جب یہ سُنا تو عرض کی کہ پروردگارا! جب تو نے میرے ساتھ اور میری اُمّت کے ساتھ ایسا معاملہ فرمایا ہے تو مجھے کچھ اور بھی عطا فرما۔ ارشاد ہوا مانگو آنحضرتؐ نے عرض کی رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذۡنَا اِنۡ نَّسِیۡنَاۤ اَوۡ اَخۡطَاۡنَا ج خدائے تعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ بوجہ تمہاری عزت و کرامت کے میں تمہاری اُمّت سے بھول چوک کے معاملہ میں مواخذہ نہ کروں گا حالانکہ پہلی اُمّتوں کی یہ حالت تھی کہ اگر اُن باتوں کو جن کے بارے میں اُنکو نصیحت کی جاتی تھی وہ بھول جاتے تو اُن پر عذاب کے دروازے کھول دئے جایا کرتے تھے۔ یہ بات میں نے تمہاری اُمّت سے ہٹالی۔ نیز پہلی اُمّتوں کے لوگ جب خطا بھی کرتے تھے تو اُس خطا کے بارے میں بھی ماخوذ کئے جاتے تھے اور اُن پر عذاب کیا جاتا تھا۔ تمہاری کرامت و عزت کے سبب یہ بات بھی میں نے تمہاری اُمّت سے دُور کر دی۔ آنحضرتؐ نے عرض کی کہ بارالٰہا! جب تو نے مجھے یہ عطا فرمایا ہے تو کچھ اور بھی بڑھا۔ خدائے تعالےٰ کا ارشاد ہوا مانگو عرض کی رَبَّنَا وَلَا تَحۡمِلۡ عَلَیۡنَاۤ اِصۡرًا کَمَا حَمَلۡتَہٗ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِنَا ج اس میں اِصۡر سے مراد احکام کی سختیاں ہیں جو کہ پہلے لوگوں پر تھیں چنانچہ باریتعالےٰ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اچھا ہم نے تمہاری اُمّت پر سے وہ سب سختیاں دُور کیں جو پہلی اُمّتوں پر تھیں مثلاً میں اُن لوگوں کی نمازیں قبول نہ کرتا تھا سوائے اس صورت کے کہ زمین کے خاص خاص حصوں میں جو میں اُن کے لئے پسند کر دیتا تھا پڑھا کریں گو (ان کے مکانوں سے) وہ کتنی ہی دُور ہوں۔ حالانکہ تمہاری اُمّت کے لئے میں نے تمام روئے زمین کو مسجد اور (پانی نہ ملنے کی حالت میں) پاک کرنے والا قرار دیا ہے۔ یہ منجملہ اُن سخت احکام کے ہے جو پہلی اُمّت پر تھے اور تمہاری اُمّت سے ہم نے رفع کر دئے۔ دوسرے پہلی اُمّتوں کے لئے یہ حکم تھا کہ جب نجاست اُن کے بدن پر کہیں لگ جائے تو اُس حصۂ جسم کی وہ کھال قینچی سے کاٹ کر دور کر دیں اور تمہاری اُمّت کے لئے ہم نے پانی کو پاک کرنیوالا قرار دے دیا۔ لہٰذا یہ بھی منجملہ اُن سخت احکام کے جو اُن پر تھے ہم نے تمہاری اُمّت سے رفع کر دیا۔ نیز پہلی اُمّت کے لوگ اپنی اپنی قربانیاں اپنی گردن پر لاد کر بیت المقدس میں لایا کرتے تھے۔ پس اُن میں سے جس کو میں قبول کرتا تھا تو اس کے لئے ایک آگ بھیجدیتا تھا جو اُس قربانی کو کھا جایا کرتی تھی اور قربانی والا خوش خوش اپنے گھر لوٹ آیا کرتا تھا اور جس کی قربانی میں قبول نہ کرتا وہ روتا پیٹتا واپس آتا اور آپ کی اُمّت کی قربانی کو میں نے فقیروں اور مسکینوں کے پیٹ میں جگہ دی ہے پس جس کو میں ان میں سے قبول کر لوں گا اُس کے لئے تو چند در چند بڑھا دوں گا۔ اور جس کے لئے قبول نہ کروں گا اُس سے اُس کی دنیا کی مصیبتیں دفع کر دوں گا۔ بہرحال آپ کی اُمّت پر سے وہ سختی دُور کر دی گئی جو پہلی اُمّت پر تھی نیز پہلی اُمّتوں کی واجب نمازیں رات کے گھُپ اندھیرے میں اور دن میں ٹھیک دوپہر کے وقت (تراقے کی گرمی تک میں) تھیں۔ یہ منجملہ اُن سخت احکام کے ہے جو میں نے آپ کی اُمّت پر

سے ہٹا دیا۔ اور اُن پر مَیں نے ایسی نمازیں واجب کی ہیں جو وہ اپنے آرام اور فرصت کے اوقات میں ادا کرسکتے ہیں۔ یعنی رات کے بھی اطراف میں اور دن کے بھی اطراف میں۔ اور پہلی اُمتوں پر مَیں نے پچاس نمازیں پچاس وقتوں میں واجب کی تھیں۔ یہ بھی اُن سختیوں میں سے ہے جو میں نے آپ کی اُمت پر سے رفع کر دیں کہ میں نے اُن کے لئے صرف پانچ نمازیں پانچ وقتوں میں مقرر کی ہیں جن کی (واجبات و نافلہ ملا کر) کُل اکیاون رکعتیں ہیں اور ان پانچ ہی نمازوں کے لئے پچاس نمازوں کا اجر مقرر کر دیا ہے نیز پہلی اُمتوں کے لئے یہ تھا کہ اُن کی ایک نیکی کے بدلے میں ایک نیکی اور ایک بدی کے بدلے میں ایک بدی ملتی تھی۔ یہ بھی ان سختیوں میں سے تھی جو میں نے آپ کی اُمت سے رفع کر دیں کہ آپ کی اُمت میں میں نے ایک نیکی کا بدلہ دس اور ایک بدی کا بدلہ ایک قرار دیا۔ پہلی اُمتوں میں یہ بھی تھا کہ جب اُن میں سے کوئی کسی نیکی کا ارادہ کرتا پھر اُسے بجا نہ لاتا تو اُس کے لئے کچھ نہ لکھا جاتا۔ اور اگر اُسے بجا لاتا تو اُس کے لئے ایک نیکی لکھی جاتی۔ اور آپ کی اُمت میں سے جب کوئی شخص کسی نیکی کا ارادہ کرتا ہے اور اُسے بجا نہیں لاتا تب بھی اُس کے لئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور اگر اُسے بجا لاتا ہے تو اُس کے لئے (کم از کم) دس لکھی جاتی ہیں۔ یہ بھی اُن سختیوں میں سے ہے جو پہلی اُمتوں پر تھیں اور آپ کی اُمت پر نہیں ہے۔ نیز پہلی اُمتوں میں سے جب کوئی شخص کسی بدی کا ارادہ کرتا پھر اُس کا مرتکب نہ ہوتا تو اُس کے ذمہ کچھ نہ لکھا جاتا اور اگر اُس کا مرتکب ہو جاتا تو اُس کے لئے ایک بدی کا وبال لکھا جاتا اور آپ کی اُمت کی یہ حالت ہے کہ ان میں سے جب کوئی شخص کسی بدی کا ارادہ کرتا ہے پھر اس کا مرتکب نہیں ہوتا تو بھی اُس کے لئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ یہ بھی اُن سختیوں میں سے جو پہلی اُمتوں پر تھیں اور آپ کی اُمت سے ہم نے رفع کر دی۔ نیز پہلی اُمتوں کے لوگ جب گناہ کرتے تو میں اُن کے گناہ اُن کے دروازوں پر لکھ دیتا تھا اور گناہوں سے اُن کی توبہ یہ قرار دی تھی کہ جس کھانے کو وہ سب سے زیادہ پسند کرتے توبہ کے بعد میں اُسی کو اُن پر حرام کر دیتا۔ یہ بات میں نے تمہاری اُمت سے مرتفع کر دی ہے۔ اور اُن کے گناہوں کو اپنے اور اُن کے مابین قرار دیا ہے اور دُوسرے لوگوں سے گہری پردہ پوشی کی ہے اور اُن کی توبہ بغیر کسی عقوبت کے قبول کر لیتا ہوں یہ نہیں کرتا کہ عقوبت میں اُن کے پسندیدہ طعام کو اُن پر حرام کر دوں۔ پہلی اُمتوں کے لئے یہ بھی تھا کہ اُن میں کا ایک ایک شخص بعض اوقات ایک ایک گناہ کے عوض میں سَو سَو برس اسّی اسّی برس پچاس پچاس برس توبہ کرتا تھا جب بھی میں اُس کی توبہ بغیر اس کے کہ میں دنیا میں اُسے کچھ عقوبت پہنچاؤں قبول نہ کرتا تھا۔ یہ پہلی اُمتوں پر سختی تھی اور آپ کی اُمت سے میں نے اسے دُور کر دیا ہے اور آپ کی اُمت کا ایک ایک شخص بیس بیس برس تیس تیس برس چالیس چالیس برس سَو سَو برس گناہ کئے جائے پھر ایک پل بھر کے لئے خالص دل سے توبہ کرلے اور نادم ہو

جائے تو میں اُس کے کُل گناہ بخش دونگا۔ آنحضرتؐ نے عرض کی کہ الہٰ العالمین! جب تو نے اتنا کچھ مجھے عطا فرمایا ہے تو کچھ اور بھی بڑھا۔ ارشاد ہوا کہ مانگو عرض کی رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ خدائے تبارک وتعالےٰ نے فرمایا ہم نے تمہارے بارے میں بھی اسے منظور کیا اور تمہاری اُمت کے بارے میں بھی اور ہم نے پہلی اُمتوں کی بڑی بڑی بلائیں تمہاری اُمت سے رفع کردیں اور یہ حکم ہمارا تمام اُمتوں کے بارے میں رہا ہے کہ کسی مخلوق کو اُس کی طاقت سے زیادہ میں تکلیف نہیں دیتا۔ پھر آنحضرتؐ نے عرض کی وَاعْفُ عَنَّا قف وَاغْفِرْ لَنَا قف وَارْحَمْنَا قف اَنْتَ مَوْلٰنَا۔ خدا تعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ آپ کی اُمت میں سے جو لوگ توبہ کرنے والے ہوں گے اُن سب کے بارے میں میں ایسا ہی کروں گا۔ پھر آنحضرتؐ نے عرض کی فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۵ خدائے جل اسمہٗ نے فرمایا کہ تمہاری امت روئے زمین پر ایسی ہوگی جیسے سیاہ بیل کے جسم پر ایک سفید داغ تاہم وہ غالب رہینگے قادر رہیں گے۔ دوسروں سے خدمت لیں گے اور اُن سے کوئی خدمت نہ لے سکے گا۔ اس وجہ سے کہ تمہاری عزت میری نظر میں ہے۔ اور میرے اوپر اس بات کا حق ہے کہ تمہارے دین کو تمام اَور ادیان پر غالب کردوں گا یہاں تک کہ شرق وغرب میں سوائے تمہارے دین کے اور کوئی باقی نہ رہیگا۔ اور جو باقی رہا وہ تمہاری اُمت کو جزیہ دیتا رہیگا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۷

کافی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب اللہ تعالےٰ یہ ارادہ فرماتا ہے کہ کسی ایسے نطفہ کو جس سے عہد و پیمان لے چکا تھا صُلبِ آدم سے پیدا کرے (خلقتِ تامّہ عطا فرمائے) یا جو مصلحت ہو اور اُسے رحم میں جگہ دے تو خدائے تعالےٰ مرد کو جماع کے لئے حرکت دیتا ہے اور رحم کو وحی فرماتا ہے کہ تو اپنا دروازہ کھول دے کہ میری مخلوق تیرے اندر آئے اور میری قضا و قدر اُس کے بارے میں جاری ہو جائے (اس حکم کی تعمیل میں) رحم اپنا دروازہ کھول دیتا ہے اور نطفہ رحم میں پہونچ جاتا ہے۔ اور چالیس دن اُس میں اُلٹ پلٹ ہوتا رہتا ہے۔ پھر تَقَلْقُل یا بستہ پانی سا ہو جاتا ہے۔ چالیس دن اسی حالت میں رہتا ہے پھر لوتھڑا بن جاتا ہے۔ چالیس دن اسی حالت میں رہتا ہے پھر گوشت بن جاتا ہے جس میں رگوں کا جال سا پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ پھر خدائے تعالےٰ پیدائش کا کام انجام دینے والے دو فرشتوں کو بھیجتا ہے کہ وہ خدائے تعالےٰ کی مشیت کے مطابق عورتوں کے رحم میں پیدائش ہی کا کام انجام دیا کرتے ہیں۔ یہ عورت کے مُنہ کی طرف سے اُس کے پیٹ میں جاتے ہیں اور رحم تک پہنچتے ہیں جس میں مردوں کے صُلب اور عورتوں کے رحم سے منتقل ہو کر آنے والی روح قدیمہ (یعنی نفس نباتیہ) پہلے سے موجود ہوتی ہے۔ یہ دونوں اس میں بقاؤ زندگی کی رُوح پھونک دیتے ہیں اور کان آنکھیں کُل اعضاء اُسی لوتھڑے میں سے (چیر پھاڑ کر) کھینچ تان کر حُکم خدا سے بنا دیتے ہیں اور اسی طرح کُل

وہ اعضا جو پیٹ کے اندر ہیں پھر خدائے تعالٰے اُن فرشتوں کو وحی فرماتا ہے کہ اس مخلوق کے بارے میں میری قضا و قدر اور میرا حکم جو نافذ ہونے والا ہے لکھ دو اور جو کچھ تم لکھو اُس میں یہ شرط لکھدینا کہ جیسی مصلحت ہوگی کیا جائے گا۔ وہ دونوں عرض کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہم کیا لکھیں؟ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خدائے تعالٰے اُن دونوں کو وحی کرتا ہے کہ تم دونوں اپنے اپنے سر اُٹھا کر اس کی ماں کے سر کی طرف دیکھو۔ وہ دونوں جب اپنے اپنے سر اُٹھاتے ہیں تو یکایک ایک لوح کو اُس کی ماں کی پیشانی سے ٹکراتا ہوا دیکھتے ہیں۔ جب اُس میں غور سے نظر کرتے ہیں تو اُس لوح میں اس بچہ کی صورت۔ اس کی زینت۔ اس کی مدت اور اس کا عہد اور یہ کہ وہ شقی ہوگا یا سعید اور اسی طرح کل حال لکھا ہوا پاتے ہیں۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اُس وقت ان دونوں فرشتوں میں سے ایک اپنے ساتھی کو بتاتا جاتا ہے اور جو کچھ اُس لوح میں ہے وہ دونوں لکھتے جاتے ہیں اور جو کچھ لکھتے ہیں اس میں بداء یعنی مصلحتِ خدا کی شرط لکھتے جاتے ہیں۔ پھر اس نوشتہ کو بند کر کے مُہر لگاتے ہیں اور اُسے اِس بچہ کی دونوں آنکھوں کے مابین رکھ دیتے ہیں۔ پھر اُس کو اُس کی ماں کے پیٹ میں سیدھا کھڑا کر دیتے ہیں۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ بچہ سرکشی کر کے اُلٹا ہو جاتا ہے۔ لیکن ایسا عموماً نہیں ہوتا سوائے کسی بڑے سرکش شریر کی حالت کے۔ پھر جب اس بچے کے نکلنے کا وقت پہنچتا ہے خواہ پورا نکلنے والا ہو خواہ ادھورا تو خدائے تعالٰے رحم کو وحی فرماتا ہے کہ تو اپنا دروازہ کھول دے کہ میری یہ مخلوق میری زمین پر نکلے۔ اور اُس کے بارے میں میرا حکم جاری ہو کہ اس کے نکلنے کا وقت آن پہنچا ہے حضرتؑ فرماتے ہیں کہ رحم ولادت کا دروازہ کھول دیتا ہے اور خدائے تعالٰے ایک فرشتے کو جس کا نام زاجر ہے بھیجدیتا ہے۔ یہ آتے ہی ایسی سخت جھڑکی دیتا ہے کہ بچہ اُس سے ڈر کر منقلب ہو جاتا ہے یعنی اُس کے پیر اوپر ہو جاتے ہیں۔ اور سر نیچے (مصلحت اس میں یہ ہے کہ خدائے تعالٰے عورت پر ولادت کو اور بچہ کے نئے نکل آنے کو آسان کر دے) حضرتؑ فرماتے ہیں کہ (منقلب ہونے کے بعد) بچہ پھر ٹھہر جاتا ہے تو وہ فرشتہ ایک ڈانٹ اور بتاتا ہے جس سے ڈر کر بچہ روتا ہوا زمین پر آپڑتا ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۴۸

(بسلسلۂ قول مترجم) آیۂ مذکورہ سے منجانب اللہ دو شخصوں کی اصطفا کا اعلان ہونا پایا جاتا ہے اور دو گروہوں کے اصطفا کا۔ وہ دونوں شخص حضرت آدم صفی اللہ اور حضرت نوح نجی اللہ علیٰ نبینا و آلہ و علیہما السلام ہیں اور دو گروہ آل ابراہیمؑ و آل عمران ہیں۔ اصطفا کے لغوی معنی برگزیدہ کر لینا چھانٹ لینا اور اصطلاحی معنی چند معلوم ہوتے ہیں۔ از آنجملہ ایک یہ خصوصیت خاصّہ سے تمام نوع پر فضیلت دینا جو بات جنابِ رسولِ خدا کو حاصل تھی کہ نوعِ بشر میں ایسی خصوصیت و فضیلت خاص رکھتے ہیں کہ فعلِ اصطفا کسی نبی یا رسول کے نام کا جزو نہیں بنا آج تک کسی مسلمان نے نہ سُنا ہو گا۔ کہ

عام طور سے آدمؑ مصطفیٰ کہا جائے یا نوحؑ مصطفیٰ یا ابراہیمؑ مصطفیٰ یا موسیٰؑ مصطفیٰ یا عیسیٰؑ مصطفیٰ مگر محمدؐ مصطفیٰ اس کثرت اور تواتر کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ خالی محمدؐ کہنے والا شاید ہزاروں میں کوئی ایک مسلمان ہو۔ دوسرے اصطلاحی معنی اصطفا کے یہ ہوسکتے ہیں کہ کسی خاص زمانہ اور خاص گروہ کی ہدائیت کے لئے برگزیدہ کرنا اور کسی خاص واقعۂ ہدائیت کا اُس سے متعلق ہونا اور کسی خاص زمانہ تک اُس کا عملدرآمد رہنا جیسا کہ اس آئیت سے بھی پایا جاتا ہے۔ اصطفائے آدمؑ کا مطلب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ آدم علیہ السلام جیسے اوّل بشر تھے ویسے ہی اوّل نبی اوّل رسول اور اوّل صاحبِ شریعت بھی تھے جن کی شریعت پر نوح علیہ السلام کے مبعوث ہونے تک پورا پورا عملدرآمد رہا۔ اصطفائے نوحؑ کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ طوفان نوحؑ نے سوائے نوحؑ اور تابعینِ نوحؑ کے سب کو صاف کر دیا۔ اور بعد طوفان نوحؑ اولادِ نوحؑ کے سوا جتنے بھی ایسے ایمان لانے والے تھے وہ سب لاولد فوت ہوگئے۔ اور تمام عالم کی موجودہ آبادی حضرت نوحؑ کی نسل سے ہے۔ جن کو اس حساب سے آدمؑ ثانی کہنا زیبا ہے۔ بعثت نوحؑ سے لے کر بعثت ابراہیمؑ تک نوحؑ کی شریعت ہی پر عملدرآمد رہا۔ تو بڑا واقعہ یہ ہے کہ نوح علیہ السلام ہی کی اولاد باقی رہی اور نوح علیہ السلام ہی کی شریعت۔ تیسرے نمبر پر چاہیئے تھا کہ اصطفائے ابراہیم علیہ السلام کا اعلان کیا جاتا مگر نہ کیا گیا بلکہ آلِ ابراہیمؑ کے اصطفا کا کیا گیا جس کی بابت تفحص کرنے سے کتب سماوی و دیگر تواریخ و احادیث سے یہ پتہ لگا کہ ابراہیم علیہ السلام سے خدا تعالےٰ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ آئندہ نبوت و امامت تمہاری نسل میں محدود رہے گی۔ یہ مطلب موجودہ محرّفہ مترجمہ توریتِ مقدس میں بھی موجود ہے اور قرآن مجید میں بھی دیکھو صفحہ ۱۳۷ سطر ۶۔ اور صفحہ ۲۱۹ سطر ۹ و ۱۰۔ اور صفحہ ۹۷ سطر ۶ و ۷۔ اب موسیٰ علیہ السلام ہوں تو اور عیسیٰ علیہ السلام ہوں تو۔ کہ اوّل الذکر عمران کے بیٹے ہیں اور آخرالذکر عمران ثانی کے نواسے اور حکماً بیٹے اگر ان کے اصطفا کا اعلان ویسی ہی خصوصیت خاصہ اور فضیلت خاصہ کے باعث ہوتا جیسا کہ جناب رسولؐ خدا کا ہوا تو یہ بھی موسیٰؑ مصطفیٰ اور عیسیٰؑ مصطفیٰ کے ناموں سے موسوم ہوتے ہوتے مگر ایسا نہیں ہوا تو سمجھ میں یہ آتا ہے کہ آلِ ابراہیمؑ میں اسمٰعیلؑ و اسحاقؑ کی نسل میں جتنے نبی گزرے ہیں سب کے اصطفا کا اعلان عام ہے اسی لئے موسیٰؑ و عیسیٰؑ کی تخصیص نہیں ہوسکتی۔ قرآن مجید کے ترتیب دینے والوں نے وہ آیات جن میں حضرت مریم علیہا السلام کی ولادت اور کفالت اور تربیت کی کیفیتیں درج ہیں سب اس سورہ میں لا کر جمع کر دی ہیں تاکہ یہ امر لوگوں کے ذہن نشین ہو جائے کہ آلِ عمران سے مراد عمران بن ماثان کے بیٹے وغیرہ ہیں۔ لیکن جسے خدا نے نورِ ایمان عطا کیا ہوا ہے صاف نظر آئیگا کہ آلِ ابراہیمؑ کے اصطفا کا جب عام اعلان ہوگیا تو آلِ عمران سے موسیٰؑ و عیسیٰؑ ہرگز مراد نہیں ہوسکتے تاوقتیکہ کوئی خصوصیت خاصہ اُن کی نہ دکھلائی جائے اور وہ خصوصیت خاصہ اور فضیلت خاصہ جناب محمدؐ مصطفیٰ کی اُن دونوں نبیوں سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہے تو یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ خدا نے تعالےٰ آلِ ابراہیمؑ

کے اصطفا کا عام اعلان کرکے مونسےؑ یا عیسےؑ کے اصطفا کا خصوصیت کے ساتھ اعلان کرے اور جناب محمد مصطفےٰ کے اصطفا کا اعلان چھوڑ دے لہٰذا وہ دونوں عمران یہاں مراد نہیں ہو سکتے۔ بلکہ یہ کوئی تیسرے عمران ہیں جن کا پتہ کتب اسلام کے دیکھنے سے یہ لگا کہ وہ عمران جناب رسالت مآب کے بڑے چچا ہیں جن کی کنیت ابوطالب تھی اور جن کا نام عمرانؑ۔ اس مضمون کے سمجھ لینے میں عمران کے معنی صاف ہوگئے اور تفسیر قمی میں جو لفظ آلِ محمدؐ لکھا تھا اُس کا مطلب یہ سمجھ میں آگیا کہ وہ آلِ عمران کی تفسیر ہے کیونکہ حضرت ابوطالب کی اولاد میں اصطفا کے لائق علیؑ اور آئمہ معصومین ہیں جو اولاد علی علیہ السلام سے ہیں اور یہی آلِ محمد علیہم السلام بھی ہیں۔ اور اُن کی خصوصیتِ خاصہ اور فضیلتِ خاصہ ظاہر و باہر ہے۔ تاہم معترضین کی تشفی کے لئے یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ وہ اہم واقعہ کیا تھا جس نے باوجود آلِ ابراہیمؑ کے اصطفا کے عام اعلان ہو جانے کے ان کے خاص اصطفا کا اعلان کرایا وہ اہم واقعہ جناب محمدؐ مصطفےٰ پر نبوت کا ختم ہونا ہے۔ اور اس اعلان کا یہ مطلب ہے کہ مخلوقِ خدا نبوت ختم ہو جانے سے اس دھوکے میں نہ پڑے کہ ختمِ نبوت کے بعد ہدایت بھی ختم ہوگئی۔ اور اب کوئی ہادی باقی نہیں ہے۔ بلکہ نبیِؐ آخر الزمان کے ذریعہ سے پروردگارِ عالم نے ہدایت کو مکمل فرما دیا اور اپنی رضامندی کا ایسا جامع اور مانع قانون بھیج دیا جس میں ترمیم و تنسیخ کی ضرورت نہیں لیکن اُمت کا ہر کس و ناکس اُس کی تفسیر و تشریح کبھی نہیں سمجھ سکتا جب تک کہ نبی آخر الزمان کے مقرر کئے ہوئے مفسر سے حاصل نہ کرے لہٰذا وہ ہادی جس کو کتاب خدا کی تفسیر سپرد کی گئی اور تمام اُمت کو اُن سے معنی اخذ کرنے کا اور اُن کی پیروی کرنے کا حکم دیا گیا۔ وہ آلِ عمران یا آلِ محمدؐ ہیں جو کتابِ خدا کے ساتھ ایسے وابستہ ہیں کہ حوضِ کوثر تک جُدا نہ ہوں گے۔

ضمیمہ نوٹ نمبرا متعلق صفحہ ۹۰

روایت میں وارد ہے کہ جب نصارائے نجران کو مباہلہ کے لئے بلایا گیا تو اُنہوں نے کہا ہمیں ذرا سوچ لینے دیجئے پھر غور و فکر کرنے کے بعد اُنھوں نے عاقب سے دریافت کیا کہ آپ کی کیا رائے ہے۔ یہ سب میں زیادہ عقیل و فہیم سمجھا جاتا تھا۔ اُس نے کہا کہ خدا کی قسم تم اس شخص کی نبوت کو تو پہچان چکے اور تمہارے آقا (عیسےٰ علیہ السلام) کے بارے میں قولِ فصیل بیان کر چکا ہے۔ خدا کی قسم جس قوم نے نبی کے ساتھ مباہلہ کیا وہ ضرور ہلاک ہوگئی۔ پس اگر تمہارے دین کی محبت تمہیں ہٹ دھرمی پر مجبور کرتی ہے تو اس شخص سے مصالحت کر لو اور پلٹ چلو چنانچہ (یہ رائے مختتم کر کے) وہ لوگ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ صبح کا وقت تھا اور آنحضرتؐ اس شان سے برآمد ہوئے تھے کہ جناب امام حسین علیہ السلام کو گود میں لئے ہوئے تھے اور جناب امام حسن علیہ السلام کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام آنحضرتؐ کے پیچھے پیچھے چل رہی تھیں اور جناب علی مرتضےٰ علیہ السلام اُن کے پیچھے پیچھے تھے اور آنحضرتؐ

ان سب بزرگواروں سے یہ فرمارہے تھے کہ جب میں دعا کر چکوں تم سب آمین کہنا۔ اب (جب نصرانیوں نے ان حضرات کو اس شان سے دیکھا تو) اُن کے بڑے بڑے پادریوں نے اُن سے یہ کہا کہ اَے گروہ نصاریٰ ہم ایسے چہرے دیکھ رہے ہیں کہ اگر یہ خدا سے پہاڑ کو اُس جگہ سے ہٹا دینے کا بھی سوال کرینگے تو وہ ضرور اُس کو ہٹا دیگا۔ پس تم اُن سے مباہلہ نہ کرو ورنہ تم ضرور ہلاک ہو جاؤ گے۔ پس اُنہوں نے آنحضرتؐ کی بزرگی تسلیم کی۔ اور دو ہزار سُرخ حلّے اور تیس فولادی زرہیں بطور جزیہ دینی قبول کرلیں اُس وقت آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اُس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو مسخ ہو کر بندر اور سُوّر بن جاتے اور ان کا تمام میدان آگ سے بھر جاتا اور خدائے تعالےٰ نجران والوں کی بیخکنی کر دیتا یہاں تک کہ نجران کے درختوں کے بیٹھنے والے پرند بھی مرجاتے۔ یہ روائیت اہلسنّت کی کتب سے لی گئی ہے۔ یہ آنحضرتؐ کی نبوت کی بھی دلیل ہے اور آنحضرتؐ کے اہلبیتؑ کے شرف وفضیلت کی بھی۔ اس لئے کہ اس سے اہلبیتؑ کا ایسا شرف ثابت ہُوا جس میں مخلوقِ خدا میں سے کوئی بڑھ ہی نہیں سکتا۔ اس لئے کہ اس آیت میں علیؑ مرتضےٰ کو نفسِ رسولؐ قرار دیا ہے۔ تفسیر قمّی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جب نصارائے نجران کا گروہ جناب رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُن کے سردار اُہتم۔ عاقب اور سید تھے۔ ان لوگوں کی نماز کا وقت آیا تو لگے ناقوس بجانے اور نماز پڑھنے۔ تب اصحاب رسولؐ (بگڑے اور) عرض کرنے لگے کہ یا رسولؐ اللہ یہ (بدعت اور) آپ کی مسجد میں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا تم اِن سے کوئی غرض نہ رکھو (یہ میرے مہمان ہیں)۔ جب وہ لوگ نماز سے فارغ ہوئے تو آنحضرتؐ کے قریب آئے اور عرض کرنے لگے کہ آپ دعوت کس چیز کی دیتے ہیں؟ فرمایا کہ اِس گواہی کی کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسولؐ ہوں اور عیسےٰ علیہ السّلام اُن کے پیدا کئے ہوئے بندے تھے جو کھانا بھی کھاتے تھے اور پانی بھی پیتے تھے اور اُن سے بول و براز بھی صادر ہوتا تھا۔ اُن لوگوں نے عرض کی کہ اچھا بتلائیے کہ اُن کے والد کون تھے؟ آنحضرتؐ پر اُسی وقت وحی نازل ہوئی اور حکم آیا کہ تم یہ کہو کہ تم آدمؑ کے باب میں کیا کہتے ہو؟ آیا وہ خدا کے پیدا کئے ہوئے بندے تھے کھانا کھاتے تھے پانی پیتے تھے۔ اُن سے بول و براز بھی صادر ہوتا تھا۔ اور وہ اپنی زوجہ سے ہم بستری بھی کرتے تھے یا نہیں؟ چنانچہ آنحضرتؐ نے اُن سے یہ سب سوال کئے تو اُنہوں نے جواب دیا کہ ہاں یہ سب صحیح ہے اور یہ سب کچھ ہوتا تھا فرمایا کہ اب بتاؤ آدم علیہ السّلام کے باپ کون تھے؟ اب جواب میں وہ مبہوت ہو کے رہ گئے۔ اُس وقت خدائے تعالےٰ نے اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ سے لیکر فَنَجۡعَلۡ لَّعۡنَتَ اللّٰہِ عَلَی الۡکٰذِبِیۡنَ تک آیتیں نازل فرمائیں (دیکھو صفحہ ۹۰ سطر ۳ تا ۸) اُس وقت آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اب تم مجھ سے مباہلہ کرو۔ اگر میں سچا ہوں تو لعنت تم پر نازل کی جائیگی اور اگر (معاذ اللہ) جھوٹا ہوں تو مجھ پر نازل کی جائیگی۔ اُنہوں نے کہا

کہاں یہ انصاف کی بات ہے پس وہ مباہلہ کے لئے آمادہ ہو گئے اور جب اپنے مقام پر پلٹ کر آئے
تو اُن کے سرداروں نے یعنی سید و عاقب و اہتم نے کہا کہ اگر انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں کو لے کر
ہم سے مباہلہ کیا تو تو ہم ان سے مباہلہ کریں گے (اور سمجھ لیں گے) کہ یہ نبی نہیں ہیں اور اگر یہ خاص اپنے
اہلبیتؑ کو لے کر ہم سے مباہلہ کرنے چلے آئے تو ہم ان سے مباہلہ نہ کرینگے اس لئے کہ یہ اپنے اہلبیتؑ
کو اُسی صورت میں لیکر آئینگے جبکہ وہ بالکل سچے ہوں۔ صبح ہوئی تو یہ سب لوگ آنحضرتؐ کی خدمت میں
آئے تو دیکھا کہ آنحضرتؐ کے ساتھ جناب امیر المؤمنینؑ حضرت فاطمہؑ زہرا اور جناب حسنین علیہما السلام
تھے۔ نصرانیوں نے پوچھا کہ یہ کون کون ہیں؟ اُن سے جواب میں کہا گیا کہ یہ تو آنحضرتؐ کے چچازاد بھائی
اور آپ کے وصی اور داماد علیؑ ابن ابیطالب ہیں اور یہ آنحضرتؐ کی اکلوتی بیٹی جناب فاطمہؑ زہرا ہیں اور
یہ دونوں آنحضرتؐ کے رنفے الحقیقت نواسے اور حکماً بیٹے حسنؑ و حسینؑ ہیں صلوات اللہ وسلامہ علیہم
اجمعین۔ یہ سُنتے ہی نصرانی ہٹ گئے اور جناب رسولؐ خدا سے صلح کے طالب ہوئے اور عرض کرنے
لگے کہ ہمیں مباہلہ سے معاف کر دیجئے پس آنحضرتؐ نے اُن سے جزیہ پر صلح کر لی اور وہ اپنے اپنے
مکان پر گئے۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ نے کتاب اختصاص میں اپنی اسناد سے لکھا ہے کہ محمد ابن المکندر
بروائیت اپنے باپ دادا کے بیان کرتے ہیں کہ جس وقت نجران کے دونوں پادری سید اور عاقب ستر
سوار اپنے ساتھ لے کر جناب رسولؐ خدا کی خدمت میں بطور ڈیپوٹیشن کے آئے تو یں بھی اُن کے ساتھ
تھا اور آنحالیکہ کرز نامی جو اُن کی رسد کا منتظم تھا چلا آرہا تھا کہ اتنے میں اس کے خچر نے ٹھوکر کھائی۔
تو اُس نے کہا کہ وہ غارت ہو جس کے پاس تو آیا ہے۔ یہ سُنکر اُس کے ساتھی عاقب نے کہا کہ تو ہی غارت
ہو۔ سید نے کہا تو ایسا کیوں کہتا ہے؟ کہا اس لئے کہ تو نے نبی امی احمدؐ کو کوسا۔ سید نے کہا کہ تجھے
اُن کے نبی ہونے کا علم کہاں سے ہوا؟ کیا تو نے اُس وحی کی کہ جو حضرت مسیح علیہ السلام کو ہوئی تھی مفتاح
رابع نہیں پڑھی کہ اے مسیح بنی اسرائیل سے کہدے کہ تم کتنے جاہل ہو کہ اپنے آپ کو خوشبوؤں سے
معطر کرتے ہو تا دنیا میں اہل دنیا کے نزدیک اور اپنے بھائی بندوں کے نزدیک خوشبودار بن جاؤ۔
حالانکہ میرے نزدیک تمہارے بھائی بند اور تم مُردار کی بدبُو سے بھی بدتر ہو۔ اے بنی اسرائیل!
میرے رسولؐ نبی اُمی پر ایمان لاؤ جو آخری زمانہ میں ہوگا۔ اور اس کا چہرہ چاند سا روشن ہوگا۔ وہ
سُرخ اونٹ پر سوار ہوتا ہوگا اور نور سے بھرا ہوا ہوگا۔ کپڑے اس کے موٹے جھوٹے ہوں گے اور
نیت اُس کی بخیر ہوگی۔ میرے نزدیک وہ گزشتہ انبیاء کا سردار ہوگا اور جتنے آنے والے ہیں اُن سب
میں اشرف ہوگا۔ میرے معاملہ میں صبر کرنے والا اور سُنتوں کا جاری کرنے والا ہوگا اور میری خاطر
مشرکوں سے اپنے ہاتھ سے لڑنے والا ہوگا۔ پس بنی اسرائیل کو اس کی خوشخبری پہنچا دو۔ اور بنی
اسرائیل کو حکم دیدو کہ اُس کو قوت پہنچائیں اور اُس کو مدد دیں۔ عیسےٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ اے

قدوس اے قدوس یہ نیک بندہ کون ہے جس کی محبت میرے دل میں سما گئی حالانکہ میری آنکھ نے ابھی اسے نہیں دیکھا۔ فرمایا وہ تجھ سے ہے اور تو اُس سے ہے۔ تیری ماں (بہشت میں) اُس کی زوجہ ہوگی۔ اس کی اولاد کم ہوگی اور بیبیاں زیادہ ہوں گی۔ وہ مکہ میں سکونت رکھتا ہوگا اُسی مقام کے قریب جہاں ابراہیم علیہ السلام نے وطن بنانے کی نیت سے پہلی نیو رکھی تھی۔ اُس کی نسل ایک ایسی برکت والی عورت (خدیجہؓ) سے پھیلے گی جو جنت میں تمہاری ماں کی سوتن ہوگی۔ اُس نبی کی خاص خاص علامتیں یہ ہونگی کہ اُس کی دونوں آنکھیں سوتی ہوں گی تو بھی اس کا دل بیدار رہیگا۔ ہدیہ اور تحفہ کھائے گا صدقہ قبول نہ کرے گا۔ زمزم کے کنارے سے لیکر سورج کے غائب ہونے کی جگہ تک اُس کا ایک حوض ہوگا جس میں رحیق اور تسنیم کے دو پرنالے گرتے رہیں گے۔ اُس میں چھوٹے چھوٹے کوزے آسمان کے ستاروں کے ہم عدد ہوں گے جو ایک مرتبہ اس حوض میں سے پانی پی لیگا پھر کبھی اُس کو پیاس نہ لگے گی۔ یہ سب اس وجہ سے کہ میں نے اُس کو تمام رسُولوں پر فضیلت دی ہے۔ اُس کا قول اُس کے فعل کے مطابق ہوگا۔ اور اُس کا ظاہر و باطن یکساں ہوگا۔ پس خوشا حال اُس کا اور خوشا حال اُس کی اُن اُمتوں کا جو اُسی کی ملت پر زندگی بسر کریں اُسی کے طریقہ پر مر جائیں۔ اور اُسی کے اہل بیت کی طرف پورے پورے مائل ہوں امن سے ہوں اور ایمان و اطمینان رکھتے ہوں وہ ایسا صاحب برکت ہوگا کہ خشک سالی کے زمانہ میں اُس کا ظہور ہوگا وہ مجھ سے دعا کریگا تو میں آسمان سے بارانِ رحمت اُس کے لئے نازل کروں گا تو اُس کی برکت کا اثر اطراف و اکناف میں دکھائی دیگا اور جس چیز پر وہ ہاتھ رکھدیگا میں اُس میں برکت دونگا۔ تب عیسٰے علیہ السلام نے عرض کی۔ کہ الٰہی! میری خاطر سے اُس کا نام بھی بتلا دے۔ خدا نے فرمایا اُس کا نام احمدؐ بھی ہوگا اور محمدؐ بھی وہ تمام مخلوقات کی طرف میرا رسول ہوگا اور منزلت میں سب سے زیادہ میرا مقرب ہوگا۔ اور میری حضور میں سب سے زیادہ شفاعت کرنے والا ہوگا۔ جن باتوں کو میں پسند کرتا ہوں وہ اُنہی کا حکم دیگا اور جو چیزیں مجھے ناپسند ہونگی وہ اُنہی سے منع کریگا۔ یہ سُنکر سید نے کہا کہ جس شخص کی یہ صفتیں ہوں ایسا شخص ہم نے کہاں پایا۔ عاقب نے کہا کہ ہم اُس کے حالات کے گواہ ہیں اور اس کے ایام کے منتظر ہیں۔ پس اگر یہ وہی ہے تو ہم اُس کی ایسی مدد کرینگے کہ اُسے کسی بات کی ضرورت ہی نہ رہے اور ہم اپنے اہل دین یعنی نصرانیوں سے بچانے کے لئے اپنے مال سے اُس کی کافی مدد کریں گے اور اس طرح سے کہ اُسے خبر بھی نہ ہوگی اور اگر وہ جھوٹا ہے تو چونکہ خدا کے معاملہ میں جھوٹ بولا ہے تو ہم اُس کے جھوٹ کی سزا دینے کیلئے بھی کافی ہیں۔ عاقب نے کہا کہ جب تم نے علامتیں دیکھ لیں تو تم اُس کی پیروی کیوں نہیں کرتے۔ سید بولا کہ یہ نہیں دیکھتے کہ اِن لوگوں نے ہمارے ساتھ کیسے کچھ سلوک کئے ہیں۔ ہماری تعظیم و تکریم یہ کرتے ہیں۔ مالدار انہوں نے ہم کو بنا رکھا ہے۔ فرمایا اُنہوں نے ہمارے لئے دیتے ہیں

اور غلو کے ساتھ یہ ہمارا ذکر کرتے رہتے ہیں پھر نفس ایسے دین میں داخل ہونا کیونکر پسند کرے جس میں شریف اور رذیل دونوں برابر ہو جائیں غرض ایسی ہی ایسی باتیں کرتے مدینہ پہنچے تو اصحاب جناب رسولِ خدا میں سے جو دیکھ چکے تھے انہوں نے کہا کہ ہم نے عرب کے ڈیپوٹیشنوں میں سے آج تک ایسا ڈیپوٹیشن نہیں دیکھا۔ یہ خوبصورت بھی سب سے زیادہ ہے اور ان کا قبیلہ بھی بہت بڑا ہے اور لباس بھی وہ سب علماء کا پہنے ہوئے ہیں۔ آنحضرتؐ اُس وقت مسجد سے الگ تھے۔ ان لوگوں کی نماز کا وقت آیا تو انہوں نے مشرق کی طرف کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کر دی۔ آنحضرتؐ کے اصحاب میں سے بعض لوگوں نے اُن کو منع کرنا چاہا تو اسی وقت خود جناب رسولِ خدا تشریف لائے اور فرمایا کہ ان کو چھوڑ دو۔ کوئی مزاحمت نہ کرو۔ جب وہ اپنی نماز ختم کر چکے آنحضرتؐ کی خدمت میں آکر بیٹھے اور آپ سے مناظرہ کرنے لگے اور کہنے لگے کہ اے ابوالقاسم آپ ہم سے حضرت عیسےٰؑ کے بارے میں بحث کر لیجئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ اللہ کے بندے تھے اور اس کے رسول اور اُس کا کلمہ جس کو اُس نے مریمؑ کی طرف القا فرمایا تھا اور اُس کی پیدا کی ہوئی روح تھی اس پر اُن دونوں میں سے ایک بولا یوں نہیں ہے بلکہ وہ تو ایک خدا کے بیٹے اور دو میں سے دوسرے تھے۔ دوسرے نے کہا کہ نہیں بلکہ وہ تین میں سے تیسرے تھے یعنی باپ بیٹا روح القدس میں سے ایک تھے۔ اور قرآن مجید جو آپ پر نازل ہوا ہے اُس میں بھی ہم نے سُنا ہے کہ اُس نے جمع کے صیغے استعمال کئے ہیں۔ جیسے فَعَلْنَا (ہم نے کیا) جَعَلْنَا (ہم نے رکھا یا بنایا) خَلَقْنَا (ہم نے بالکل نیا پیدا کیا) اگر وہ اکیلا ہوتا تو یوں کہتا فَعَلْتُ (میں نے کیا) جَعَلْتُ (میں نے رکھا یا بنایا) خَلَقْتُ (میں نے بالکل نیا بنایا) آنحضرتؐ پر اُس وقت آثارِ وحی ظاہر ہوئے اور سورۂ آل عمران کی ابتدائی آیتیں اِس آیت تک نازل ہوئیں (دیکھو صفحہ ۹۰ سطر ۵) فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ۔ پس آنحضرتؐ نے اُن کو یہ حصۂ قرآن مجید سُنایا تو انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ قسم بخدا تمہارے آقا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تفصیل وار خبر اس نوشتہ نے دیدی اور آنحضرتؐ نے اُن سے فرمایا کہ خدائے تعالےٰ نے مجھے تم سے مباہلہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ کل صبح ہم آپ سے مباہلہ کریں گے۔ اور آپس میں ایک نے دوسرے سے کہا کہ ہمیں یہ دیکھنا منظور ہے کہ یہ ہم سے مباہلہ کس چیز کے ساتھ کریں گے آیا اپنے پیرووں کی کثرت پر نازاں ہو کر اوباشوں اور اراذل کو ساتھ لیکر یا صاحبانِ عصمت و طہارت کے ایک چھوٹے سے گروہ کو ساتھ لے کر اس لئے کہ وہ انبیاء کی اصل و نسل ہیں اور وہی باعثِ قبولِ دُعا ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ جب اگلی صبح ہوئی تو آنحضرتؐ اس صورت سے ظاہر ہوئے کہ دائیں بر حضرت علی علیہ السلام تھے اور بائیں بر حسنین علیہ السلام تھے اور انکے

پیچھے حضرت فاطمۃ زہرا علیہا السلام۔ یہ سب حضرات ایک نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے اور جناب رسولِ خدا کے دوشِ مبارک پر ایک دھاریدار کمل تھا جو نہ بہت موٹا تھا اور نہ مہین بلکہ متوسط درجہ کا کپڑا تھا۔ آنحضرتؐ نے دو درختوں کے مابین جھاڑو دینے کا حکم دیا چنانچہ جھاڑو دی گئی اور اُن دونوں کے اوپر وہ کمل پھیلا دیا گیا اور اُن سب حضراتؑ کو اس کمل کے نیچے لے لیا گیا اور اپنا بایاں شانہ بھی اُسی کمل کے نیچے داخل کیا اور اپنی کمان پر تکیہ کرکے کھڑے ہوئے اور اپنا ہاتھ مباہلہ کے لئے آسمان کی طرف اُٹھایا لوگ دیکھ رہے تھے کہ سید اور عاقب کا رنگ زرد پڑ گیا اور ایسا لرزہ طاری ہوا کہ قریب تھا کہ اُنکی عقلیں جاتی رہیں اُس وقت ایک نے دُوسرے سے کہا کیا تم اُن سے مباہلہ کروگے؟ اُس نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ جس قوم نے نبی سے مباہلہ کیا پھر نہ اُن کا چھوٹا بچا اور نہ بڑا لیکن تم اپنا غیر متوجہ ہونا اُن پر ظاہر کرو اور جس قدر وہ مال اور ہتھیار تم سے طلب کریں تم انہیں دیدو اس لئے کہ یہ شخص لڑائی کا آدمی ہے اور ان سے یہ کہدو کیا آپ انہی اپنے چند عزیزوں کے ذریعہ سے ہم سے مباہلہ کرتے ہیں۔ یہ تدبیر اس لئے ہے کہ وہ یہ نہ سمجھ جائیں کہ ہمیں اُنکی اور اُنکے اہلبیتؑ کی فضیلت پہلے سے معلوم ہو چکی ہے۔ جب آنحضرتؐ نے مباہلہ کے لئے آسمان کیطرف ہاتھ اپنا اٹھایا تو ان پادریوں میں سے ایک نے دُوسرے سے کہا کہ اس شخص سے (معاملہ) کو جلد طے کرلو۔ یہ کون سی دُور اندیشی ہے (کہ سکوت میں پڑے ہو)؟ اگر اس شخص نے لعنت کا لفظ اپنی زبان پر جاری کیا تو ہم اپنے اہل وعیال تک لوٹ کر ہرگز نہ جا سکیں گے اب تو دونوں بولے۔ کہ اے ابوالقاسم کیا آپ ان (چند عزیزوں) کے ذریعہ سے ہم سے مباہلہ کرتے ہیں؟ فرمایا ہاں۔ روئے زمین پر میرے بعد خدا کے نزدیک ان سے زیادہ دوسرا کوئی روادار نہیں ہے اور نہ توسل کے لئے اس کی حضور میں ان سے زیادہ کوئی معزز ہے۔ اب تو دونوں پر پھر لرزہ طاری ہوا اور دونوں عرض کرنے لگے کہ اے ابوالقاسم! ہم آپ کو ایک ہزار تلواریں دیتے ہیں اور ایک ہزار زرہیں اور ایک ہزار ڈھالیں اور ایک ہزار اشرفی سالانہ اس شرط پر کہ یہ ہمارے ہتھیار آپکے پاس عاریت رہینگے جب تک کہ ہم اپنی قوم کے پاس جائیں اور آئیں جو کچھ ہم نے دیکھا اور سُنا ہے اُن سے بیان کریں تو معاملہ سب کی رائے سے طے ہو کر یا تو سب اسلام لائینگے یا جزیہ دیا کرینگے یا سال بسال کے لئے کوئی رقم طے ہو جائیگی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے تمہاری یہ شرط منظور ہے لیکن اُسی کی قسم جس نے مجھے عزت وکرامت کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر تم انکی معیت میں جو کساء کے نیچے ہیں میرے ساتھ مباہلہ کرتے تو خدا تعالےٰ تمام میدان کو آگ سے بھر دیتا اور ایک پلک جھپکنے میں بھلکے وہ تم سب کا خاتمہ کردیتی اُسی وقت جبرئیلؑ امین نازل ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہؐ خدا تعالےٰ نے آپ پر سلام بھیجا ہے اور یہ فرماتا ہے کہ جو کساء کے نیچے ہیں اگر آپ ان لوگوں کو ساتھ لیکر تمام اہل آسمان وزمین سے مباہلہ کرتے تو آسمان وزمین کے ٹکڑے اُڑ جاتے اور کہیں آسمان وزمین والوں کو ٹھکانا نہ ملتا اُسوقت آنحضرتؐ نے دستِ مبارک بلند کیا یہانتک کہ سفیدی زیر بغل نمایاں ہوئی اور یہ فرمایا کہ جو تمہارا حق بجور وظلم لیگا یا میرے

اُس اجر میں کمی کریگا جو خدائیتعالیٰ نے تمہارے بارے میں واجب فرمایا ہے اُس پر قیامت تک خدائیتعالیٰ کی لعنت ہوتی رہیگی۔ المختصر اسلام کی نصرانیت کے مقابلہ میں یہ ایسی بیّن فتح ہوئی ہے کہ جس سے بڑھی ہوئی تلوار و توپ کی کوئی فتح نہیں ہوسکتی اس لئے کہ یہی واقعہ نصرانیوں کا زمین پر باقی رکھنے والا ہوگیا ورنہ آنحضرتؐ سے مباہلہ کرنیکے بعد ایک نصرانی کا بھی زمین پر زندہ رہنا محال و ناممکن ہوجاتا۔ بس اسلام کی کوئی عید عیدِ مباہلہ سے بڑی نہیں ہوسکتی جس میں اس طرح اسلام کی فضیلت غیر فرقہ کے علماء نے تسلیم کی۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ پنج تنِ پاک کی فضیلت اور اُن پانچ بزرگواروں کی خاص بزرگی عام طور سے اُسی دن سے ایسی شائع و ذائع ہوئی کہ مخالفین میں سے کوئی مفسر یا محدث یا مؤرخ اس میں اختلاف کی جرأت نہ کرسکا۔ کہ مباہلہ کے وقت جنابِ رسولِ خداؐ انہی چار بزرگوں کو ساتھ لے کر آئے تھے لفظ نسآءَنا سے جناب سیدہ ہی مراد تھیں حالانکہ نساء کے معنی ازواج کے بھی ہیں۔ مگر ایک درجن بھر ازواج میں سے کوئی ایک بھی اُس دن نہ لائی گئی اور نہ کوئی منہ بولی بیٹی آئی کیونکہ اللہ کے نزدیک کسی کی وجاہت وہ تھی ہی نہیں جو جناب سیدہؑ (حقیقی بیٹی) کی تھی۔ اَبنآءَنا سے مراد بس حسنؑ و حسینؑ ہی تھے اور کسی کو ابنِ رسولؐ ہونے کی نہ لیاقت نہ قابلیت نہ جرأت اور یہ محض علیؑ ہی کی شان تھی کہ ان کو خود خدائیتعالیٰ نے نفسِ رسولؐ قرار دیا ہے۔ آنحضرتؐ کی آنکھ بند ہوجانے کے بعد غصبِ خلافت کرکے کئی دوسرے بزرگ بن بیٹھے مگر اُس دن کسی کی نہ چلی کہ اپنے آپ کو نفسِ رسولؐ قرار دلوالیتا مگر جبنیا کہ آپ نے خاتمہ روائیت پر ملاحظہ فرمایا غصبِ حق کرنے والوں پر قیامت تک خدا کی لعنت اس طرح ہورہی ہے کہ کوئی قوت آجتک نہ اُسے روک سکی ہے اور نہ روک سکے گی۔ واقعۂ مباہلہ اہلِ سنت کی بیسیوں معتبر کتابوں میں باختلافِ الفاظ وارد کیا گیا ہے مگر ہم بخوفِ طوالت اُن سب کا ذکر چھوڑے دیتے ہیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۹۴

کتابِ الواحدہ میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ خدائیتعالیٰ واحد و تنہا اور یکتائی میں منفرد ہے اُس نے ایک کلمہ فرمایا جو نور ہوگیا پھر اُس نور سے اُس نے جنابِ محمد مصطفےٰ کو اور مجھے اور میری اولاد کو پیدا کیا۔ پھر اُس نے ایک کلمہ فرمایا جو روح بن گیا اور اُسی خدائے تعالےٰ نے اُس نور میں اور اُس نور کو ہمارے جسموں میں جگہ دی پس ہم ہی روح اللہ ہیں اور ہم ہی کلمۃ اللہ ہیں۔ مخلوقِ خدا خدا کو نہیں دیکھ سکتی مگر ہماری وجہ سے اُسکی ذات صفات کو سمجھ سکتی ہے پس اُسوقت جبکہ نہ سورج تھا اور نہ چاند نہ رات تھی اور نہ دن اور نہ کوئی آنکھ تھی جو پلک جھپکاتی ہم ایک سبز سائبان کے نیچے خدائیتعالےٰ کی عبادت اور اس کی تقدیس و تسبیح کیا کرتے تھے یہ اُس سے پہلے کا ذکر ہے کہ اُس نے اپنی مخلوق کو پیدا کیا ہو اور (جب مخلوق کو پیدا کیا تو) اُس نے انبیاء سے ہم پر ایمان لانے کا اور ہماری نصرت کرنے کا پختہ عہد لے لیا تو خدائے تعالےٰ کے اس قول وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِيۡثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيۡتُكُمۡ مِّنۡ

کِتَابٍ وَّ حِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۹۴ سطر ۹) سے ثابت ہے اس میں لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ سے مراد ہے لَتُؤْمِنُنَّ بِمُحَمَّدٍ (یعنی تم سب محمد مصطفےٰ پر ضرور بالضرور ایمان لانا) اور لَتَنْصُرُنَّہٗ سے مراد ہے۔ لَتَنْصُرُنَّ وَصِیَّہٗ (یعنی تم سب وصی محمد مصطفےٰ کی مدد ضرور بالضرور کرنا) چنانچہ عنقریب وہ سب کے سب میری مدد ضرور کرینگے۔ اور خدائے تعالےٰ نے خود میرا عہد جناب محمد مصطفےٰ کے عہد کے ساتھ اس طرح لیا کہ ہم ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں۔ چنانچہ میں نے آنحضرتؐ کی مدد کی اُن کی حضور میں جہاد کئے اُن کے دشمنوں کو قتل کیا اور میں نے خالصًا لوجہ اللہ اُس عہد و پیمان کو جو مجھ سے نصرتِ جنابِ رسولؐ خدا کے بارے میں لیا گیا تھا پورا کر دیا۔ مگر انبیاء اور رسولوں میں سے کسی کو یہ موقعہ نہیں ملا کہ وہ میری مدد کرتے اس لیئے کہ خدا تعالےٰ نے اُن کو میرے ظاہر ہونے سے پہلے اُٹھا لیا۔ لیکن عنقریب وہ میری مدد کرینگے اور مشرق سے لیکے مغرب تک میری حکومت ہوگی۔ اور اللہ تعالےٰ آدم علیہ السلام سے لیکے خاتم النبیین تک ہر نبی اور رسول کو مبعوث فرمائیگا اور میری مدد کرنے کے لئے کُل جن اور آدمیوں کو خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ ہو چکے ہوں تو اُن کو حکم خدا سے زندہ کرکے اُن سب کو اپنی تلواروں سے مارینگے۔ یہ کتنی تعجب کی بات ہوگی اور اُن مردوں سے تعجب کیوں نہ کیا جائے جن کو اللہ تعالےٰ زندہ کرکے اُٹھائے گا اور وہ گروہ کے گروہ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ یَادَاعِیَ اللّٰہِ کہتے ہوئے آئینگے۔ کوفہ کے بازاروں میں یہ کثرت ہوگی کہ بازار پٹ جائینگے تلواریں اپنی کھینچے ہوئے اپنے کندھوں پر رکھے ہوئے کافروں کو اور ظالموں کو اور اوّل و آخر ظالموں کے پیرووں کے سر اُنہی سے توڑتے ہونگے یہانتک کہ جو وعدہ خدا نے اُن سے اپنے اس قول وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا (دیکھو صفحہ ۵۶۹ سطر ۵) میں فرمایا تھا اُسے پورا کرتے ہونگے یعنی وہ ایسے امن سے ہو جائینگے کہ صرف میری ہی عبادت کریں اور میری عبادت کرنے میں کسی سے بھی نہ ڈریں اور اُن کو تقیہ کی ضرورت نہ رہے۔ پھر جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا) میرے لئے ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ آنا اور ایک رجعت کے بعد دوسری رجعت ہے اور میں رجعتوں والا ہوں اور بار بار آنے والا و حملے کرنے والا اور دشمنوں سے بدلہ لینے والا اور عجیب و غریب انقلاب پیدا کرنے والا ہوں اور میں (وہ) لوہے کا مینگ ہوں (جس کا ذکر پہلی کتابوں میں آچکا ہے) یہ حدیث طویل ہے صرف بقدرِ ضرورت لے لی گئی۔ فقط

تمام شد ضمیمجات پارۂ سوم